© rasailojaraid.com
www.KitaboSunnat.com

شیخ القراء قاری فتح محمد اعمیٰ پانی پتی ☆☆
ترتیب واضافہ: قاری ابراہیم میر محمدی ☆

الحالّ المرتحل ...... شرعی حیثیت

ہمارے ہاں یہ معمول عام ہے کہ حفاظ وقراء کرام جب قرآن کریم کی تکمیل کرتے ہیں تو سورۃ الناس کو ختم کرنے کے بعد دوبارہ سورۃ الفاتحہ سے ابتداء کر کے سورۃ البقرۃ میں المُفلِحُونَ تک تلاوت کرتے ہیں۔ بعض اہل علم اس عمل کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں، حتیٰ کہ بسااوقات اسے بدعت تک قرار دے دیا جاتا ہے۔ اسے اصطلاحات قراء میں الحال والمرتحل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پانی پتی سلسلہ قراءات کے بانی استاد شیخ القراء قاری فتح محمد رحمہ اللہ نے علامہ شاطبی رحمہ اللہ کی مایہ ناز کتاب 'الشاطبیۃ' کی عظیم 'عنایات رحمانی' کی تیسری جلد میں اس مسئلہ پر تفصیلاً قلم اٹھایا ہے، جس کی تلخیص وتہذیب ہم اُستاد القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ کے قلم سے رُشد کے صفحات میں پیش کررہے ہیں۔ اس ضمن میں قاری صاحب موصوف نے تکمیل فائدہ کے لئے مدینہ یونیورسٹی کی قرآن فیکلٹی کے سابق پرنسپل ڈاکٹر عبدالعزیز القاری حفظہ اللہ کی گرانقدر تصنیف 'سنن القراء ومناھج المجوِّدین' سے متعدد مقامات پر مفید اضافہ جات فرما دیئے ہیں۔ اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کے شائقین کو فن قراءات کے مصادر کی طرف رجوع کرنا چاہیے، کیونکہ تمام متقدمین علمائے قرآن نے اپنی اَسانید قراءات میں اس عمل کو رسول اللہ ﷺ سے متواترۃً ثابت کیا ہے۔ (ادارہ)

قرآن مجید کے ختم سے متعلقہ امور میں سے ایک امر یہ ہے کہ قاری جب سورۃ الناس کے اخیر میں پہنچے تو فوراً سورۃ الفاتحہ پڑھے اور اس کے بعد سورۃ البقرۃ کی چند ابتدائی آیات، یعنی ﴿ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴾ تک پڑھے، تاکہ یہ عمل اس پر دلیل ہو جائے کہ نہ تو وہ قراءۃ کو بالکل بند کر رہا ہے اور نہ اُس سے اعراض کر رہا ہے اور نہ ایک بار پڑھ لینے کو کافی سمجھ رہا ہے، مزید برآں یہ کہ اس کو جاری اور دائمی عبادت کا ثواب حاصل ہو جائے۔

اس سلسلہ میں فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالعزیز القاری رقم طراز ہیں:

''قراء کرام کا طریقہ ہے کہ جب وہ قرآن کریم ختم کرتے وقت سورۃ الناس کی قراءۃ سے فارغ ہوتے ہیں تو سورۃ الفاتحہ شروع کر دیتے ہیں اور سورۃ البقرہ کی پہلی پانچ آیات یعنی ﴿وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ تک پڑھتے ہیں۔ اپنی اِصطلاحات میں اس کا نام انہوں نے الحالّ و المرتحل رکھا ہے۔ اس کے بعد وہ ختم قرآن کی دعا پڑھتے ہیں، کیونکہ یہ قبولیت کا مقام ہے۔ نبی کریم ﷺ سے صحیح حدیث کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کون سا

☆☆ پاکستان میں پانی پتی سلسلہ قراءات کے بانی مبانی اُستاد...... شاطبیہ کی عظیم شرح عنایت رحمانی کے مؤلف
☆ بانی ومؤسس تحریک کلیۃ القرآن الکریم وپرنسپل ادارہ کلیہ القرآن، مرکز البدر، پھول نگر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com
www.KitaboSunnat.com

عمل سب سے زیادہ فضیلت والا ہے تو انہوں نے فرمایا: الحالّ المرتحل، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ الحالّ المرتحل کا کیا معنی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قرآن کریم کو اوّل سے لے کر آخر تک پڑھتا ہے، جب ختم کرنے لگتا ہے تو دوبارہ شروع کر دیتا ہے۔'' [سنن القراء: ۲۲۶]

شیخ القراء قاری فتح محمد پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیات ملانا اس لئے ہے کہ دوسرے قرآن کا شروع ہونا خوب پختہ اور یقینی ہو جائے، کیونکہ فاتحہ پر بس کر لینے سے تو یہ وہم بھی ہو سکتا ہے کہ شاید اس کو شکریہ کے طور پر پڑھا ہو اور دوسرا قرآن کریم شروع کر دینے کی نیت سے نہ ہو۔ نیز ﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ پر بس کرنا اس لئے ہے کہ مومنین کی صفات پر قراءت کے ختم ہو جانے کے سبب حسن وقف کی رعایت میسر آ جائے۔'' [عنایات رحمانی: ۴۹۶/۳]

قاری صاحب موصوف رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''حج و عمرہ کرنے والے نمازی کا اور روزہ رکھنے والے کا بھی یہی حال ہے کہ سب اپنے اعمال کو سلسلہ وار جاری رکھتے ہیں اور طالب علم بھی انہی میں شامل ہے جو ایک کتاب ختم کرنے کے بعد دوسری شروع کر دیتا ہے۔''

[عنایات رحمانی: ۴۸۳/۳]

اس عمل کے مسنون ہونے کے بارے میں دو قسم کے دلائل ملتے ہیں:

① احادیث مرفوعہ جن میں خود نبی کریم ﷺ کی جانب سے اس کی بابت تعلیم و تلقین روایۃً وارد ہوئی ہے۔

② وہ مشہور اور زبان زدِ خلائق آثار موقوفہ جو صحابہ و تابعین اور ان کے بعد والے حضرات ائمہ سے منقول ہو کر آئے ہیں۔ [کشف النظر اردو ترجمہ النشر: ۱۰۷/۳]

چنانچہ امام ابو عمرو الدانی رحمہ اللہ نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

''جب آپ ﷺ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھتے تھے، تو ﴿الْحَمْدُ﴾ سے شروع کرتے تھے، پھر سورۃ البقرہ سے ﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ تک پڑھتے اور اس کے بعد ختم قرآن کی دعا کرتے، پھر اُٹھتے۔'' [سنن القراء: ۲۲۷]

اس عمل کو حدیث شریف میں الحالّ المرتحل سے تعبیر کیا گیا ہے، جو بہترین اور افضل اعمال میں سے ہے۔

امام ابو عمرو دانی رحمہ اللہ اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں:

'' زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ بہترین عمل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: الحالّ المرتحل۔'' [جامع البیان: ۷۹۶]

امام ابن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں نے ابو حیان مدنی رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ الحالّ المرتحل یہ ہے کہ قرآن کریم کا اختتام ہو اور پھر سورۃ الفاتحہ سے ابتدا کی جائے۔'' [جامع البیان: ۱۱]

شیخ القراء قاری فتح محمد اعمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس عمل کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے حق تعالیٰ کا زیادہ تقرب حاصل ہوتا ہے، کیونکہ جب وہ ختم کرتے ہی دوسرا قرآن شروع کر دیتا ہے تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قرآن کی تلاوت سے اُکتایا نہیں اور ایک ہی قرآن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com
www.KitaboSunnat.com

پر بس نہیں کرنا چاہتا، بلکہ یہ چاہتا ہے کہ ہمیشہ پڑھتا رہے اور اس میں مشغول رہے اور استغراق کا تمام اعمال سے افضل ہونا ظاہر ہے۔‘‘[عنایات:۴۸۳/۳،۴۸۶، بتصرفٍ]

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس عمل کی توفیق عطا فرمائے اور تلاوتِ قرآن کو ہمارے لئے ذریعہ نجات اور اپنے قرب کا سبب بنائے۔آمین

حضرت زرارۃ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل سب اعمال سے افضل ہے؟ فرمایا:الحالّ المرتحل کا عمل سب عملوں سے بہتر ہے۔عرض کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!الحالّ المرتحل کیا ہے؟اور وہ کون ہے،جس کی یہ صفات ہیں ؟آپ ؐ نے فرمایا کہ وہ قرآن کریم ختم کرنے والا شخص، جو فوراً شروع بھی کردینے والا ہو۔‘‘

[سنن ترمذي:۱۹۸/۵،سنن الدارمي:۳۴۷/۲،سنن القراء:۲۲۶]

امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت اسی طریق سے منقول ہے اور یہ سند قوی نہیں ہے۔صاحب سنن القراء فرماتے ہیں: محدثین اس سند کو صالح مری والے طریق سے ضعیف کہتے ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے [تقریب التھذیب:۳۵۸/۱] میں فرمایا ہے،لیکن صالح مری کی روایت کی متابعت ابونصر وراق کی سند کے ساتھ موجود ہے۔ملاحظہ فرمائیے:

[الجرح والتعدیل از ابن ابی حاتم:۱۹۷/۳ بحوالہ سنن القراء،ص۲۲۷،۲۲۸]

امام دانی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو اپنی سند سے روایت کیا ہے،لیکن اس سند میں زرارہ رضی اللہ عنہ کا سماع ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے، باقی الفاظ حدیث وہی ہیں جو اوپر گذرے ہیں۔[جامع البیان:ص۷۹۶]

شیخ القراء قاری فتح محمد اعمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’پس اس حدیث کی رو سے تو یہ دونوں قاری کی صفتیں تھیں، پھر اسے ختم کرتے ہی شروع کردینے کے عمل کو بھی الحالّ المرتحل ہی کہا جانے لگا، یعنی اب الحالّ المرتحل قرآن کریم کے اس ختم کا نام ہے،جس کے بعد فوراً دوبارہ قرآن شروع کردیا جائے۔اس عمل کے لیے یہ نام ہونے کی تائید ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں مرفوع سند سے روایت کیا ہے کہ الحالّ المرتحل سے مراد قرآن مجید کا شروع کرنا اور ختم کردینا ہے۔قاریِ قرآن، قرآن مجید کے اوّل سے آخر تک چلا جاتا ہے اور اس کے آخر سے اوّل کی طرف چلا آتا ہے، یعنی جب کبھی بھی قرآن کریم ختم کرتا ہے، اسی وقت دوبارہ شروع کردیتا ہے۔‘‘

[عنایاتِ رحمانی:۴۸۱/۳]

حافظ ابوعمرو دانی رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ذریعہ امام اعمش رحمہ اللہ سے اور امام اعمش رحمہ اللہ نے حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ شیوخ اس بات کو مستحب جانتے ہیں کہ قرآن کریم کے ختم کرلینے کے بعد اس کے شروع سے بھی چند آیات پڑھ لیں۔[سنن القراء:۲۲۷،جامع البیان:ص۷۹۶]

امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ نے بھی اس عمل کو عمل حسن فرمایا ہے اور اس کو سنت قرار دیا ہے۔

[عنایات رحمانی :۴۸۱/۳،جامع البیان:ص۷۹۳،النشر:ص۴۱۵]

حافظ ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’اب مسلمانوں کے شہروں میں (ختم قرآن کے بعد المفلحون تک پڑھنے والے) اس طریق مذکور کے موافق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com
www.KitaboSunnat.com

برابر عمل چل پڑا ہے، حتی کہ اب قریباً کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو کلام پاک کا ایک ختم کر کے دوبارہ دوسرا ختم شروع نہ کردے، خواہ وہ دوسرا قرآن جو اب شروع کیا ہے، اس کو پورا کرے یا نہ کرے، اسی طرح برابر ہے کہ قاری کا قرآن پورا کرنے کا ارادہ ہو یا نہ ہو، یہ کوئی قید نہیں، بلکہ اب تو لوگوں کے یہاں یہ عمل سنت اور طریقۂ ختم قرار دیا جا چکا ہے اور جو شخص یہ عمل بجالاتا ہے اُسے وہ لوگ الحال المرتحل کے نام سے یاد کرتے ہیں، یعنی وہ شخص جو ختم کے اخیر میں اپنی قراءت کی منزل پر آ کر قیام پذیر ہو گیا اور پھر دوبارہ قرآن کریم شروع کر کے دوبارہ اپنی منزل کی طرف کوچ کر گیا۔'' [كشف النظر:۳/۱۰۸۰]

شیخ القراء قاری فتح محمد اعمیٰ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس روایت کا مقصد یہ ہے کہ اس میں کثرت سے تلاوت کرنے کا اور اس پر ہیشگی کرنے کا شوق دلایا گیا ہے۔ پس قاری جس وقت ایک ختم سے فارغ ہو اسی وقت دوسرا شروع کر دے، یعنی ایک ختم سے فارغ ہو کر قراءت سے اعراض نہ کرے، بلکہ قرآن کریم کی تلاوت اس کی جبلی اور پیدائشی عادت بن جائے۔ (اللهم اجعلنا منهم وأعِنَّا على تلاوة القرآن وذكرك وشكرك وحسن عبادتك)'' [عنایاتِ رحمانی:۳/۴۸۱]

الحالّ المرتحل کے حکم کے حوالے سے حافظ ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہم یہ بات قطعاً نہیں کہتے کہ یہ عمل واجبات میں سے ہے، بلکہ جس نے اس پر عمل کر لیا اُس نے عمدہ کام کیا اور جو یہ عمل نہ بجالائے، اس پر بھی کوئی تنگی نہیں ہے۔'' [كشف النظر:۳/۱۰۹۰]

حافظ ابن جزری رحمہ اللہ کے مذکورہ ارشاد کے مطابق ایسا کرنا بھی جائز ہے کہ قاری سورہ الناس پر ہی تلاوت ختم کردے اور ﴿الْمُفْلِحُوْنَ﴾ تک نہ پڑھے کہ ہمیشہ المُفلِحُونَ تک پڑھنے سے لوگوں کو اس طریقہ کے ضروری اور لازمی ہونے کا شبہ ہوگا، جو درست نہیں ہے۔

شیخ القراء قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

''اکثر تو پہلے ہی طریقہ پر عمل کریں اور کبھی کبھی دوسرے طریق پر بھی عمل کر لیا کریں اور جب نیت اِصلاح کی ہوگی، تو اِن شاء اللہ اس صورت میں بھی مستحب ہی پر عمل کرنے کا ثواب ہوگا۔ واللہ اعلم'' [قرآن مجید کے ختم کا مستحب طریقہ: ص۴]

حدیث: الحالّ المرتحل کے متعلق شبہات اور ان کا جائزہ

شبہ نمبر ۱

حدیث: الحالّ المرتحل کا مدار 'صالح مُرّی' پر ہے، یعنی انہی سے منقول ہے اور یہ اگرچہ نیک بندے ہیں، لیکن محدثین کرام کے ہاں ضعیف ہیں۔

اس شبہ کے بیان میں امام ابوشامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ حدیث کئی طرق سے 'صالح' سے منقول ہے اور جس کے رجال کا سلسلہ یہ ہے: صالح، قتادہ سے، وہ زرارہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے، وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! أيُّ الأعمال أحبّ إلى الله عزوجل؟ قال الحالّ المرتحل۔ اس حدیث کو امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب جامع ترمذی کے آخر میں قراءۃ کے ابواب میں بیان کیا ہے اور سند اس طرح لکھی ہے: نصر بن علی الجهضمی، هيثم بن الربيع سے، وہ صالح مری سے...... پھر حدیث کا متن مذکورہ بالا الفاظ سے ہی بیان کیا اور آخر میں امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے، جس کو ہم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے صرف اسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com
www.KitaboSunnat.com

طریق سے پہچانتے ہیں۔
دوسری سند یہ ہے: محمد بن بشار، مسلم بن ابراہیم سے، وہ صالح مری سے، وہ قتادہ سے، وہ زرارہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں...... الخ۔ اس طریق میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ صحیح تر ہے۔
الغرض سند کا سلسلہ چاہے جس طریقہ سے ہو، اس حدیث کا مدار 'صالح مری' ہی پر ہے اور اگرچہ یہ صالح شخص ہیں، لیکن محدثین کرام کے ہاں ضعیف ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں کہ یہ منکر الحدیث ہیں۔ امام نسائی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ صالح مری متروك الحدیث ہے۔'' [عنایاتِ رحمانی: ۳/۴۸۱]

جواب:

اس حدیث کا مدار 'صالح مری' ہی پر نہیں ہے، بلکہ اس کو 'زید بن اسلم' نے بھی روایت کیا ہے اور امام دانی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو تفصیل کے ساتھ درج کیا ہے۔ زید بن اسلم رحمہ اللہ کی روایت کچھ یوں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا گیا کہ اعمال میں سے افضل ترین عمل کونسا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: الحالّ المرتحل

امام ابن وہب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ
''میں نے ابوعفان مدنی رحمہ اللہ سے سنا، وہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہوئے کہتے تھے کہ آپ ﷺ یہ بھی اِرشاد فرماتے تھے کہ ھذا۔ أی الحالّ المرتحل۔ خاتم القرآن و فاتحہ۔'' [جامع البیان: ص۷۹۶]

امام دانی رحمہ اللہ نے اس کو سلیمان بن سعید کسائی رحمہ اللہ کے طریق سے بھی روایت کیا ہے:
''سلیمان رحمہ اللہ کہتے تھے کہ ہمیں حصیب بن ناصح رحمہ اللہ نے اور ان کو امام قتادہ رحمہ اللہ نے اور امام قتادہ رحمہ اللہ کو زرارہ بن اوفی رحمہ اللہ نے اور ان کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ أَنَّ رَجُلاً قَامَ إِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ أَیُّ الأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی، قَالَ الْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ، فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ! وَمَا الْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ، قَالَ صَاحِبُ الْقُرْآنِ یَضْرِبُ مِنْ أَوَّلِہٖ إِلٰی آخِرِہٖ وَمِنْ اٰخِرِہٖ إِلٰی أَوَّلِہٖ کُلَّمَا حَلَّ ارْتَحَلَ'' [جامع البیان: ۱۱]

پس یہ دعویٰ ثابت ہوگیا کہ یہ حدیث صرف 'صالح مری' ہی سے منقول نہیں، بلکہ یہ ان کے علاوہ کئی اور حضرات سے بھی منقول و مروی ہے اور جب ضعیف حدیث کئی طرق سے منقول ہو تو وہ حسن ہو جاتی ہے اور یہ روایت بھی ایسی ہی ہے۔ [عنایاتِ رحمانی: ۳/۴۸۴]

شبہ نمبر ۲

حدیث: الحالّ المرتحل کی تفسیر میں اختلاف ہے، اس لئے یہ حجت نہیں بن سکتی۔ قراء کرام کے قول پر قرآن کریم کے ختم کرنے اور پھر شروع کر دینے کے معنی میں ہے اور بعض فقہاء کی رائے پر اس سے لگاتار جہاد میں مشغول رہنا اور اس کا ترک نہ کرنا مراد ہے۔ پس ایسا مجاہد جو ایک سفر جہاد سے واپس آنے کے کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد پھر دوسرے سفر جہاد کے لئے سفر کے لیے کوچ کر جائے وہ اس حدث کا مصداق ہے۔
اس شبہ کے بیان میں امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ اپنی کتاب غریب الحدیث کے آخر میں، حدیث: أیّ الأعمال أفضل، قال: الحالّ المرتحل، قیل: وما الحالّ المرتحل؟ قال: الخاتم المفتتح کی توضیح میں فرماتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com
www.KitaboSunnat.com

''حالّ: قرآن کریم کا ختم کرنے والا ہے۔ اس کو اس شخص سے تشبیہ دی گئی ہے، جس نے سفر کیا اور چلتا رہا حتیٰ کہ جب منزل پر پہنچ گیا، تو وہاں اتر گیا۔ اسی طرح قاری بھی قرآن کریم پڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے آخر میں پہنچ جاتا ہے تو ٹھہر جاتا ہے۔ اور المرتحل: قرآن کریم کا شروع کرنے والا ہے۔ اس کو اس شخص کے مرتبہ میں قرار دیا گیا ہے، جو سفر کا ارادہ کرے اور پھر چل کر اس کو شروع بھی کر دے۔'' [عنایاتِ رحمانی:۴۸۲/۳]

امام قتیبہ رحمہ اللہ مزید رقم طراز ہیں:

''کبھی ان کلمات کا اطلاق الخاتم المفتتح یعنی جہاد کے ختم اور شروع کردینے والے پر بھی ہوتا ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ ایک مجاہد پہلے ایک جنگ میں مشغول ہو، پھر اس کے ختم ہوتے ہی دوسری جنگ شروع کر دے۔ الحالّ المرتحل بھی اسی طرح ہے، یعنی یہ بھی دوسری جنگ کو پہلی سے متصل کر دیتا ہے۔''

[عنایاتِ رحمانی:۴۸۲/۳]

جواب

امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ کا کلام اس پر دلالت نہیں کرتا، کیونکہ اس حدیث کی تفسیر میں علمائے متقدمین کا اختلاف ہے، بلکہ اس سے تو زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اوّلاً تو انہوں نے وہی قاری والی تفسیر بیان کردی جو حدیث میں مذکور تھی، پھر آخر میں اپنی طرف سے حدیث کی تشریح کے طور پر جہاد والی تفسیر بھی بیان کردی اور یہ بات ان کی تقریر سے پوری طرح واضح ہے۔ [عنایاتِ رحمانی:۴۸۴/۳]

شبہ نمبر ۳

مسلسل جہاد والی تفسیر بالکل واضح اور صراحۃً لفظ کے مطابق ہے، کیونکہ اس تقدیر پر حِلّ اور ارْتِحال دونوں اپنے حقیقی معنی میں مستعمل ہیں اور جو معنی قراء کرام نے بتائے ہیں وہ مجازی ہیں، جن میں قرآن کریم کے ختم کرنے والے کو مقیم سے اور شروع کرنے والے کو مسافر سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اس اعتراض کی وضاحت حافظ ابوشامہ رحمہ اللہ یوں فرماتے ہیں:

''جہاد والی تفسیر ظاہر ہے۔ اس میں لفظ اپنے حقیقی معنی پر رہتا ہے، کیونکہ جہاد میں قیام وسفر دونوں حقیقتاً پائے جاتے ہیں۔'' [عنایاتِ رحمانی:۴۸۲/۳]

جواب

یہ کہنا کہ مسلسل جہاد والی تفسیر لفظ سے بالکل ظاہر اور واضح ہے، محل نظر ہے کیونکہ الحالّ المرتحل کا لفظ حقیقتِ شرعیہ کے اعتبار سے مسلسل جہاد کے مراد ہونے پر دلالت نہیں کرتا، کیونکہ اس صورت میں ضروری تھا کہ خود شارع علیہ السلام اس کی وضاحت فرماتے، حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ چنانچہ یہ کلمات حج وعمرہ اور تجارت و جہاد وغیرہ کے ہر سفر اور قیام کو شامل ہیں۔

رہا یہ کہ اس کی جو تفسیر قراء کرام نے کی ہے، وہ اس کے مجازی معنی ہیں، چنانچہ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ تاویل قراء ہی نے کی ہے، حالانکہ حقیقتِ صورتحال اس سے مختلف ہے۔ آپ ذیل میں پیش کی گئی روایات پر غور فرمائیں اور دیکھیں کہ کیا اَمرِ واقعہ میں ایسا ہی ہے:

1. حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ابھی گزرا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com
www.KitaboSunnat.com

الأعمال أحبّ إلی الله ......الخ

❷ امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ کی تشریح قراء کے موافق ہے، جیسا کہ ابھی اوپر گذرا۔

❸ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کو قراءۃ کے ابواب میں روایت کیا ہے اور یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کے بھی ہاں یہی معنی مراد ہیں۔

❹ امام بیہقی رحمہ اللہ اور ان کے سوا ابوعبداللہ حلیمی رحمہ اللہ جیسے ائمہ بھی اس کو قراءۃ قرآن کے باب میں لائے ہیں اور اس کو ختم کے آداب میں شمار کیا ہے۔[عنایاتِ رحمانی:۳/۴۸۴، قرآن مجید کے ختم کا مستحب طریقہ:۳]

❺ حافظ ابوالشیخ اصفہانی رحمہ اللہ اس حدیث کو فضائل اعمال میں لائے ہیں اور مسند الفردوس میں بھی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں:«خیر الأعمال الحِلُّ وَالرِّحْلَةُ افتتاحُ القُرآن وختمُهُ»[عنایاتِ رحمانی:۳/۴۸۳]

پس یہ دعویٰ ثابت ہوگیا کہ یہ تفسیر قراء کرام ہی سے منقول نہیں ہے، بلکہ دیگر کئی آئمہ بھی ان کے ہمراہ ہیں۔

علامہ جعبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام ابوالحسن بن غلبون رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اس طرح بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل سب اعمال سے افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: الحالّ المرتحل۔عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! الحالّ المرتحل کیا ہے،؟ تو آپ نے جواب دیا کہ قرآن کریم کا شروع کرنا اور اس کا ختم کرنا۔صاحب قرآن اس کے شروع سے آخر تک چلا جاتا ہے اور آخر سے پھر شروع کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔''

[شرح جعبری بحوالہ عنایات:ص۴۸۳]

شیخ القراء قاری فتح محمد پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام اہوازی رحمہ اللہ نے بھی یہ روایت اسی طرح نقل فرمائی ہے، لیکن وہ درمیان میں یا رسول اللہ ﷺ! کے الفاظ نہیں لائے۔اس حدیث کے صحیح ہونے کی تقدیر پر اگر تفسیر متن میں شامل ہے، تب تو یہی مطلب متعین ہے ورنہ محتمل ہے اور حقیقت پر محمول ہونے اور ثُمَّ جهادٌ فِي سَبِيلِهِ والی حدیث کے موافق ہونے کے سبب جہاد والی تفسیر راجح ہے اور ختم کی عرفی حقیقت کے سبب قاری والی تفسیر راجح ہے اور دونوں میں تفریق کی وجہ بھی یہی ہے۔''[1]

[عنایاتِ رحمانی:۳/۴۸۳]

شبہ نمبر ❹

جو مضمون صحیح احادیث میں ضبط کیا گیا ہے وہ اس کے ماسوا ہے، یعنی صحیح حدیثوں میں الحالّ المرتحل کے بجائے دوسرے اعمال کو سب سے افضل بتایا ہے، چنانچہ یہ روایت اگر اپنی سند کے اعتبار سے صحیح ہو بھی تو معلول یا شاذ تو ضرور ہے۔جن روایات سے اس روایت کا ٹکراؤ ہے وہ روایتیں یہ ہیں:

① اُصولیوں کا اتفاق ہے کہ لفظ کی دلالت اس کے عموم پر ہوتی ہے، معروف قاعدہ ہے: العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب یعنی لفظ سے استدلال میں اعتبار عموم لفظ کا ہوگا، شانِ نزول یا خصوصی تشریح سے لفظ کو متعین کرنا صحیح نہیں۔ اس لئے مذکورہ ساری بحث اس اعتبار سے کوئی وزن نہیں رکھتی کہ دونوں معانی کو باہم متعارض خیال کر کے ایک دوسرے پر ترجیح دی جائے، خصوصاً جبکہ دین میں اس کی کوئی تصریح بھی موجود نہ ہو۔الغرض چونکہ دونوں تفسیریں ایک دوسرے کے متناقض نہیں، لہٰذا دونوں ہی حدیث کا مصداق ہوسکتی ہیں۔ [مدیر]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com
www.KitaboSunnat.com

❶ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا، پھر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، پھر مقبول حج۔

❷ بعض روایات میں افضل ترین عمل کی تشریح میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا، پھر ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک اور احسان کرنا، پھر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔

❸ آپ ﷺ نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: «عليك بالصوم فإنه لامثلَ له»۔ روزہ کی پابندی مضبوطی سے کرو کیونکہ ریا سے دور ہونے میں کوئی عمل بھی اس کے مثل نہیں ہے۔

❹ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ «واعلموا أن خير أعمالكم الصلوٰة» جان لو کہ تمہارے اَعمال میں سے سب سے بہتر عمل نماز ہے۔[عناياتِ رحمانی:۳/۴۸۲]

جواب

حدیث: الحالّ المرتحل کی افضلیت اضافی ہے نہ کہ حقیقی، کیونکہ بعض وقت کسی شے کو افضل کہا جاتا ہے اور مقصود یہ ہوتا ہے کہ یہ بھی افضل چیزوں میں سے ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نماز، روزہ، جہاد، حج، عمل الحالّ المرتحل وغیرہ کا مجموعہ اعمال کے اس طبقہ میں شامل ہے، جو سب طبقوں سے اعلیٰ ہے۔[عنایات:۳/۴۸۳،'بتصرف']

شبہ نمبر ❺

محدثین کرام نے اس تفسیر کو حدیث میں مدرج کر کے شامل کیا ہے اور ممکن ہے کہ یہ تفسیر کسی راوی کی طرف سے ہو۔

اس شبہ کو حافظ ابوشامہ رحمہ اللہ یوں ذکر فرماتے ہیں کہ وہ تفسیر جس کو امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے، ممکن ہے کہ حدیث میں بعض راویوں کے کلام سے داخل ہوگئی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جامع ترمذی میں بھی تفسیر کے بغیر الحالّ المرتحل ہی آیا ہے اور گویا سوال کرنے والے بھی راوی ہی ہیں، جن میں سے ایک نے دوسرے سے سوال کیا، پھر اس نے جواب میں وہ تفسیر بتادی جو اس کی سمجھ میں آئی۔[عناياتِ رحمانی:۳/۴۸۲]

جواب

محقق ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہمارے علم کی حد تک موصوف رحمہ اللہ کی طرح کسی نے بھی حدیث میں اس تاویل کے مدرج ہونے کی تصریح نہیں کی، بلکہ اس حدیث کے ناقلین دو طرح کے ہیں:

① وہ جنہوں نے تصریح کی ہے کہ یہ تفسیر خود نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائی ہے، جیسا کہ اکثر روایات میں اسی طرح ہے۔

② وہ جنہوں نے حدیث کے ایک حصہ کے نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے اور جس حصہ میں تفسیر ہے، اس کو بیان نہیں کیا۔

نیز دونوں روایتوں میں منافات بھی نہیں ہے۔

پس جس روایت میں تفسیر ہے، اس کا مطلب بھی وہی لیں گے جو اس روایت کا ہے جس میں تفسیر نہیں ہے اور جب معنی میں خلل نہ آئے تو حدیث کے بعض حصہ کا روایت کرنا بھی بلاشک درست ہے۔ اس میں کسی کا بھی خلاف نہیں ہے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com
www.KitaboSunnat.com

اس سے دوسری روایت میں ادراج لازم نہیں آتا۔ نیز اس اختلاف کی انتہا یہیں تک تو ہے کہ بہ نسبت دوسری روایت کے تفسیر والی حدیث میں کچھ زیادتی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔'' [عنایاتِ رحمانی:۴۸۵/۳]

موصوف رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''ہم نے جو روایات، شواہد اور توابع کے طور پر بیان کی ہیں، وہ سب اس حدیث کی قوت پر دلالت کرتی ہیں اور یہ بتاتی ہیں کہ یہ حدیث ترقی کرکے ضعیف ہونے کے درجہ سے نکل گئی ہے۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک روایت دوسری کو تقویت دے رہی ہے اور پہلی روایت کے لیے تائید کا باعث ہے۔ حافظ ابوعمرو دانی رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ذریعہ امام اعمش رحمہ اللہ سے اور انہوں نے امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ شیوخ اس بات کو مستحب جانتے ہیں کہ قرآن کریم کے ختم کرلینے کے بعد اس کے شروع سے بھی چند آیات پڑھ لیں۔ یہ روایت واضح دلیل ہے اس پر کہ اس بارے میں سلف کا مذہب اور قراء کرام کا پسند کیا ہوا عمل بلاشک صحیح ہے۔''[عنایاتِ رحمانی:۴۸۵/۳]

نیز امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی اس کو حسن فرمایا ہے اور اس عمل کو سنت قرار دیا ہے۔ اس سے بھی اس کے ثبوت کی تائید ہوتی ہے۔[عنایاتِ رحمانی:۴۸۱/۳]

رہی یہ بات کہ امام احمد رحمہ اللہ سے ان کے شاگرد ابوطالب رحمہ اللہ نے پوچھا کہ کیا قاری ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھنے کے بعد سورۃ البقرہ کی ابتداء سے بھی کچھ پڑھے؟ تو انہوں نے فرمایا: نہ پڑھے۔ ابو طالب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ گویا امام موصوف رحمہ اللہ نے ختم قرآن کو کسی اور حصہ کی قراءۃ کے ساتھ ملانے کو پسند نہیں کیا۔ تو اس سلسلہ میں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے عدم پسندیدگی بعض وجوہ سے کی ہوگی، جن میں سے دو وجوہ یہ ہوسکتی ہیں:

① انہوں نے عدم پسندیدگی اس لئے فرمائی کہ کوئی اس مستحب عمل کو لازم نہ سمجھ لے۔

② ممکن ہے کہ اس بارے میں موصوف کو کوئی اثر نہ ملا ہو، جس کو وہ اختیار کرلیتے۔[عنایاتِ رحمانی:۴۸۹/۳]

قارئین تصحیح فرمالیں

قراءات نمبر (حصہ اوّل) کے صفحہ نمبر ۱۷۳ پر ڈاکٹر عبدالعزیز القاری حفظہ اللہ کے مضمون: 'قراءات قرآنیہ میں اختلاف کی حکمتیں اور فوائد' میں تقریباً آدھا صفحہ کی عبارت غلطی سے حذف ہوگئی، چنانچہ قارئین مذکورہ صفحہ کی آٹھویں سطر کے بعد ذیل کی عبارت کا اضافہ کرلیں:

''۳) تبدیلی لفظ سے تبدیلی معنی بھی ہو، لیکن ایک اعتبار سے معنی میں تضاد نہیں ہوتا، مثلاً وظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا میں کُذِبُوْا کو ذال کی تشدید اور تخفیف دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

تشدید کے ساتھ پڑھنے کا معنی یہ ہوگا کہ رسولوں نے اس بات کا یقین کرلیا کہ ان کی قوم نے انہیں جھٹلا دیا، جبکہ تخفیف والی قراءت کا معنی ہوگا کہ قوم والوں نے خیال کیا کہ نبیوں کا یہ کہنا کہ اگر ہم ان کی نبوت کو جھٹلا دیں گے تو ہم عذاب سے دوچار کئے جائیں گے، جھوٹ پر مبنی ہے۔

پہلی قراءت میں ظن بمعنی یقین ہوگا، اس صورت میں ظَنُّوْا میں جمع کی ضمیر رسولوں کے لئے اور کذبوا کی ضمیر جمع قوم والوں کے لئے ہوگی اور دوسری قراءت، جس میں ظن بمعنی یقین نہیں، میں پہلی ضمیر سے مراد قوم اور دوسری سے مراد رسول ہیں۔ (حجۃ القراءات:۷۷، الکشف:۲۵/۱،۲۶)''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
© rasailojaraid.com